# ایک مُلاقات

ندا حسنین

افسانہ

ندا حسین

# ایک ملاقات

قیمتی زیورات زیب تن کیے عنابی رنگ کی بیل دار، شیفون کی نفیس ساڑھی میں وہ کسی ریاست کی ملکہ دکھائی دے رہی تھی۔ سلمیٰ کے دل میں حسد نے ایک زوردار انگڑائی لی۔ جوانی میں ان کا حسن خاندان بھر میں مشہور تھا۔ اور تب اس سوکھی سڑی کہکشاں کو......

قیمتی فانوس کی روشنیوں میں جگمگاتا، اعلیٰ وارضع فرنیچر سے مزین وہ محل نما گھر اعلیٰ طبقے کے ہونے کی محفل کی بھرپور عکاسی کر رہا تھا۔ زرق برق جدید تراش خراش کے لباس میں ملبوس خواتین و حضرات مسکراتے قہقہے لگاتے خوش گپیوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مصروف ادھر سے اُدھر گھوم رہے تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ وہاں موجود تمام نفوس اعلیٰ طبقے کی ہی ترجمانی کر رہے
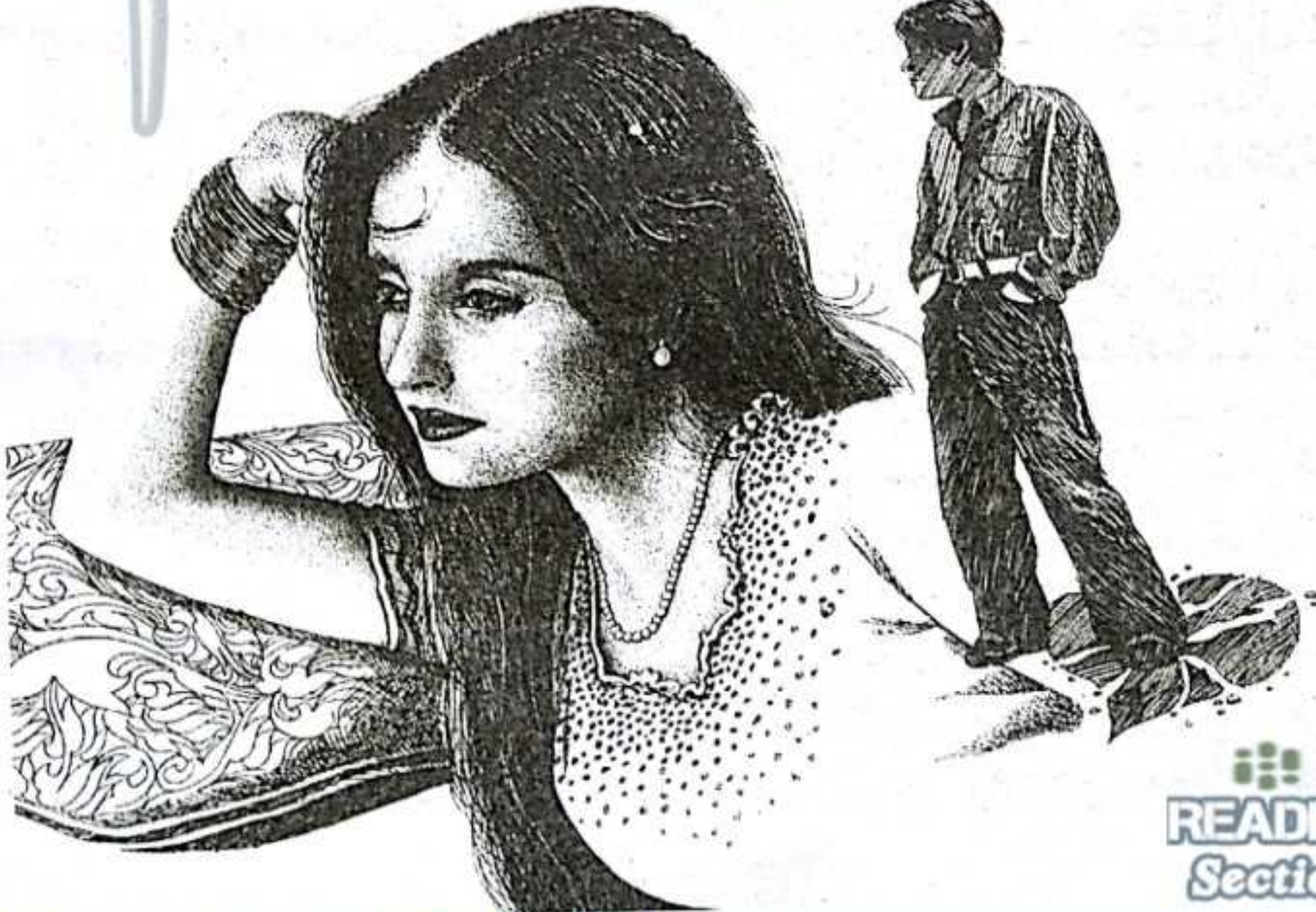
تھے بلکہ کچھ سلمیٰ جیسے درمیانے طبقے کی نمائندگی کرتے افراد بھی وہاں اپنی کم حیثیت ہونے پر دل ہی دل میں کڑھتے، چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجائے محفل میں شامل تھے۔

تقریب سلمیٰ کے دور پرے کے رشتہ دار کی منگنی کی تقریب تھی۔ سلمیٰ اپنے بیٹے اور شوہر منیب کے ساتھ اس تقریب میں شرکت کے لیے آئیں تھیں۔ نو سالہ طیب ان کے پہلو سے لگا بیٹھا رنگ و نور کی محفل کو حیرت سے تک رہا تھا۔ اس نے اپنی اب تک کی زندگی میں ایسی عالیشان و شاندار محفل نہ دیکھی تھی۔ دفعتاً سلمیٰ کی نظر کچھ فاصلے پر بیٹھی ایک مکبتری سی خاتون پر پڑی۔ شکل کچھ جانی پہنچانی لگی۔

بھویں سکیڑ کے مزید غور سے دیکھا تو نگاہوں میں شناسائی کی رمق دوڑ گئی۔ وہ کہکشاں تھی۔ ان کی بچپن کی سہیلی، خالہ زاد بہن۔ آخری بار انہوں نے اسے اس کی شادی میں دیکھا تھا۔ تب بھی وہ ایسی حسین نہیں لگ رہی تھی جیسی آج نظر آرہی تھی۔ دراز قد، زرد رنگت کی مالک کہکشاں کی آج چھب ہی نرالی تھی۔ رنگ کھل کر گلابی ہو چکا تھا۔ کچھ شخصیت میں شان بے نیازی اور تمکنت کا عکس بھی نمایاں تھا۔ قیمتی زیورات زیب تن کیے عنابی رنگ کی بیل دار، شیفون کی نفیس ساڑھی میں وہ کسی ریاست کی ملکہ دکھائی دے رہی تھی۔

سلمیٰ کے دل میں حسد نے ایک زوردار انگڑائی لی۔ جوانی میں ان کا حسن خاندان بھر میں مشہور تھا۔ اور تب اس سوکھی سڑی کہکشاں کو کون پوچھتا تھا۔ پر آج وہ حسن میں اسے مات دے رہی تھی۔ اپنی دلی کیفیت سے گھبرا کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا، سامنے ہی دیوار پر نصب دیوار گیر شیشہ اسے ان دونوں کی جھلک دکھا رہا تھا۔ شیشے میں کہکشاں کا عکس سلمیٰ کے عقب میں نمایاں تھا۔

''آہ.....!'' دل سے سرد آہ ابھری۔ کہکشاں اس کے مقابلے میں تازہ کھلے ہوئے گلاب کی مانند تھی اور وہ جیسے مرجھایا ہوا پھول جس میں تازگی وشادابی ناپید ہو چکی ہو۔

''نظروں کا دھوکہ ہے سب، حسن نہیں ہے بس دیدہ زیبی ہے۔''اس نے اداس ہوتے دل کو سمجھایا۔ وہاں موجود لوگوں کی نگاہوں میں کہکشاں کے لیے ستائش دیکھ کر سلمیٰ اندر ہی اندر جل بھن گئی۔

''ہونہہ! اصل حسن کی پرکھ تو لوگ کھو بیٹھے ہیں سارا کھیل پیسے کا ہے۔ میں بھی ان کے جیسے کپڑے زیوات پہن لوں تو اس سے کہیں زیادہ لشکارے ماروں۔ اور یہ میرے جیسا کم قیمت عام سا لباس پہن لے تو معلوم پڑے حقیقت حسن کی۔'' دل میں انگڑائی لیتا حسد اب ایک شعلہ کی مانند دہک رہا تھا۔

''پر یہ دولت آئی کیسے، اس کے سسرال والے کوئی کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ شادی ہی اس سادگی سے کی تھی کہ نہ پوچھو۔ پھر یہ کایا کیسے پلٹی۔'' حسد کے بعد تشویش نے بھی سلمیٰ کے دل میں سر ابھارا۔

''ہوں نہوں!'' کہکشاں کو نظروں ہی نظروں میں ٹٹولتے اس کے ذہن میں ایک نئے خیال کی آمد ہوئی۔

''ہوسکتا ہے دکھاوا کرنے کو کسی سے مانگ تانگ کر لے آئی ہو کہ جی مجھے بڑی دعوت میں جانا ہے دنیا کو دکھانا ہے کہ میں بھی کسی سے کم نہیں۔ ذرا اپنے فلاں کپڑے اور جوتے دے دیں۔ ہائے یہ زمانے میں پھیلی دکھاوے کی بیماری۔ بیچاری کہکشاں بھی اس کے زد میں

آ گئی۔'' خیال آنے پر وہ دل ہی دل میں ہنستی تصور کی آنکھ سے اسے گھر گھر کپڑے جوتے مانگتا بھی دیکھنے لگی۔

ارے ملوں تو صحیح باتوں ہی باتوں میں اس سے سب اگلواتی ہوں۔تبدیلی کی ساری وجہ کھل کر سامنے آجائے گی۔آخر فیصلہ کر کے وہ اپنی نشست سے اٹھ ہی گئی۔وہ اب کہکشاں کے برابر والی نشست پہ بیٹھی قریب سے کہکشاں کے پہناوے، اوڑھاوے کا جائزہ لے رہی تھی۔رسمی سلام دعا کے بعد اور خیر خیریت کا مرحلہ بخوبی طے پا چکا تھا۔سلمیٰ کی نظروں سے چھلکتی حسد وجلن کہکشاں کی نظروں سے اچھی نہ رہ سکی تھی۔سوان کی حالت کا بھرپور مزہ اٹھاتے وہ چسکے لینے والے انداز میں پوچھنے لگی۔

''اور منیب بھائی کا کیا حال ہے سلمیٰ۔وہی سرکاری آفس میں جوتی گھس رہے ہیں یا مزید کوئی دوسرا کام بھی کر رہے ہیں ساتھ ساتھ۔'' اس چبھتے سوال پر سلمیٰ کو تو پتنگے لگ گئے۔پر ضبط کر کے بولی۔''جوتے کیوں گھسیں گے، الحمدللہ سولہ گریڈ کے آفیسر ہیں۔تم سناؤ عمران بھائی کی وہی ننھی سی کاسمیٹکس کی دکان ہے یا کچھ بڑھائی ہے۔'' سلمیٰ کون سی کہکشاں کے شوہر کی ذریعہ آمدنی سے ناواقف تھی جو خاموش رہتی۔سو جم کر جوابی تیر برسایا۔

''چھوٹی کیوں بہن ماشاء اللہ پورے مارکیٹ میں سب سے بڑی دکان ہے میرے عمران کی۔بس اللہ جلنے والوں کی بری نظر سے بچائے ہمیں۔'' کہکشاں نے جتاتے ہوئے معنی خیز انداز میں نظریں گھماتے ہوئے کہا تو سلمیٰ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

''ہاں تو ظاہر ہے! تمہارے میاں میٹرک پاس تو ہیں کوئی ایسے تعلیم یافتہ تو ہیں نہیں کہ کہیں اعلیٰ عہدے پر فائز ہوں یا اونچے گریڈ کے آفیسر لگیں۔اب لے دے کر جو ایک دکان کھول رکھی ہے اسی کو بڑھاتے رہنے کے علاوہ اور چارہ بھی کیا ہے۔'' سلمیٰ کا انداز خالص تمسخرانہ تھا۔

بھئی کر دی نا تم نے پرانے وقتوں کی بات۔بھئی آج کے دور میں تو اچھے خاصے تعلیم یافتہ لڑکے رُلتے پھر رہے ہیں۔کاروبار کو کامیابی سے چلانا بھی ایک طرح کا گر ہے جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔بھانت بھانت کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے ہر ایک کو رام کرنا آسان نہیں ہوتا۔یہ بھی ایک خداداد صلاحیت ہے جو الحمدللہ میرے عمران میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔علمی فضیلت حاصل کرنا الگ بات ہے اور اپنا کاروبار چمکانا الگ بات ہے۔'' بڑے تفاخر سے سلمیٰ کے تمسخر کی ایسی کی تیسی کرتے ہوئے کہکشاں ایک پل کو خاموش ہوئی اور پھر راز داری سے سلمیٰ سے کہنے لگی۔''

اور راز کی بات بتاؤں عمران نے تو اب خود ہی کاسمیٹکس بنانے کا کاروبار کرنا شروع کر دیا ہے۔ کہکشاں کی اس اطلاع نے تو جیسے سلمیٰ کا دل مسل کر رکھ دیا۔وہ خاندان کی حسین ترین، تمیزدار، نفاست پسند، کفایت شعار، شوہر اور بچوں کو جان سے عزیز رکھنے والی لڑکی ہونے کے باوجود ایک عام سی زندگی گزار رہی تھی۔ جہاں آسائشیں تو کیا ہی میسر تھیں، ضروریات زندگی ہی بمشکل پوری ہوتی تھیں۔اور یہ منہ پھٹ، بدتمیز، بدسلیقہ عورت پر قسمت کی دیوی یوں مہربان تھی کہ سر سے پیر تک دولت کی نمائش کرتی ہر ایک کی مرکز نگاہ بنی ہوئی تھی۔

''پر یہ تو سیدھا سادہ دھوکہ دہی ہوئی۔بین الاقوامی برانڈ کی نقالی کر کے گلی محلے میں جعلی کاسمیٹکس بنانا۔'' سلمیٰ کون سا ہارنے والی تھی۔کہکشاں کے منہ پر ہی ساری اصلیت

سامنے رکھ چھوڑی اس کے میاں کی۔ کہکشاں کے چہرے کا رنگ ایک لمحے کو بدلا مگر جلد ہی سنبھل کر اپنے مخصوص انداز میں ہنستے ہوئے بولی۔
سلمیٰ دھوکہ دہی کہاں نہیں ہوتی۔ ایک گوالا بھی دودھ میں نہ جانے کون سے زہر ملا کر بیچ رہا ہے'' سبزی والا بھی ترازو میں کمی بیشی کر کے لوگوں کا دھوکہ دیتا ہے۔ چلو یہ تو تمہاری نظر میں جاہل لوگ پر جو لوگ جعلی ڈگری لے کر ڈاکٹر بنے بیٹھے ہیں وہ دھوکہ نہیں یا پھر جو وکیل انصاف کی آڑ میں مجرموں کو چھڑوا رہے ہیں وہ دھوکہ نہیں۔
آج کل وہ زمانہ ہے کہ دنیا پیسہ آتا دیکھتی ہے یہ نہیں کہ کہاں سے آیا، کیسے آیا...... اور جو لوگ پیسہ بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتے وہ یونہی ضمیر اور اخلاق کی دہائیاں دیتے روتے رہتے۔ ورنہ ضمیر اور اخلاق کو آج کل زمانے میں کون پوچھتا ہے......؟'' کہکشاں کل تک صرف منہ پھٹ تھی پر اب بدلحاظ ہو چکی تھی۔ صاف صاف سلمیٰ کو آئینہ دکھا گئی۔ اور سلمیٰ کے پاس اس آئینے میں اپنا شکست خوردہ، بے بس عکس دیکھنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔ اسے یہ ماننے ہی پڑی کہ کہکشاں اس سے زیادہ بلند بخت لے کر دنیا میں اتری ہے۔ تمسخر یا تحقیر سے وہ صرف اپنی تنگ دلی کا ہی اظہار کر سکتی ہے لہٰذا خاموش ہو گئی۔
کہکشاں سلمیٰ کے دھواں دھواں ہوتے خاموش چہرے کو دیکھ کر تفاخر سے مسکرانے لگی۔
☆......☆......☆
محفل کے اختتام پر گھر واپس جاتے ہوئے کہکشاں نے عمران کو اپنی اور سلمیٰ کی ساری گفتگو بتاتے ہوئے کہا۔
قسم سے عمران سلمیٰ کا چہرہ تو رُو دینے والا تھا ایک ساری زندگی وہ مجھے کم صورتی کا طعنہ دیتی آئی تھی خود کو بڑی حسن کی پری سمجھتی تھی اب سمجھ آ گیا ہو گا اُسے کہ حسن کچھ نہیں ہوتا، نصیب سب کچھ ہوتا ہے نصیب۔'' وہ سلمیٰ کو ہرانے کے کوشش میں گاڑی ڈرائیو کرتے عمران کے چہرے کے بگڑے ہوئے زاویئے بھی دیکھ نہ سکی تھی۔
''بے وقوف عورت دوسروں کو جلانے کے چکر میں تم نے گھر کی ساری راز کی باتیں اُگل ڈالیں۔ سمجھایا بھی تھا کہ یہ بات باہر نہیں نکلنی چاہیے۔ کیا ضرورت تھی کاروبار والی بات کا ڈھنڈورا پیٹنے کی۔ جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے اس کاربار میں ہاتھ ڈالے۔ بیگم صاحبہ نے پورے خاندان میں چرچہ کر ڈالا۔ پہلے ہی لوگ ہم سے کیا جلتے ہیں جو ایک نئی راہ سجا آئیں تم......'' عمران کے غصے پر کہکشاں کی ٹرٹر کرتی زبان یکدم خاموش ہو گئی۔ اب احساس ہوا کہ بلا ضرورت ہی ایک میں چار لگا کر ڈھنڈورا جو پیٹا ہے وہ اپنا ہی نقصان نہ کر جائے۔ کہیں سلمیٰ کا حسد ان کی خوشیاں نہ کھا جائے۔ چپ چاپ عمران کی ڈانٹ کھاتے ہوئے وہ اب دل ہی دل میں اللہ سے اپنے نئے نئے کاروبار کی خیر و عافیت کے لیے دعائیں مانگ رہی تھی۔
دوسری جانب سلمیٰ سارے راستے خاموش رہی۔ وہ بظاہر تو خاموش تھی مگر اس کے ذہن و دماغ میں جھکڑ چل رہے تھے۔ منیب نے کئی بار انہیں مڑ کر دیکھا پر ان کے چہرے پر چھائی سنجیدگی نے کچھ کہنے سے روک دیا۔ وہ اندر ہی اندر بیوی کی خاموشی پہ پریشان ہوتے اپنی برسوں پرانی کار کو دھیرے دھیرے چلاتے منزل کی جانب گامزن تھے۔ کار تیز چلاتے تو خراب ہونے کا خدشہ تھا۔ مکینک کو دکھایا تھا آج اچھا خاصا بھاری خرچہ بتایا تھا۔ پرانی گاڑی تھی ہر دو دن بعد خرچہ

نکالتی تھی۔ منیب کی ذہنی رو گاڑی کے خرچے کی طرف بھٹک کر رہ گئی۔

وہ دونوں میاں بیوی اس وقت الگ الگ سوچوں کے بھنور میں پھنسے ہوئے تھے۔ ''آج کہکشاں کی تلخ باتوں نے انہیں سوچنے پر مجبور کردیا تھا کیا ان کے شوہر کو اوپر کی کمائی کا موقع ملے تو وہ روک پائینگی......؟ کیا اتنی ہمت ہے انہیں کہ گھر آتے ہوئے پیسہ کا راستہ روکیں۔ وہ کہکشاں کو تو خوب ایمانداری کا راگ سنا کر آئیں پر کیا ایمانداری کا تقاضا یہی ہے کہ جب تک بے ایمانی کا موقع نہ ملے انسان ایماندار رہے جیسے ہی موقع ملے ایمانداری کا طوق گلے سے اتار پھینکے۔ سلمیٰ اس وقت شدید اندرونی خلفشار کا شکار تھیں۔ ان کے ضمیر اور نفس کی شدید جنگ جاری تھی۔

وہ گھر جو کل تک اُس کا گلشن تھا آج گھر پہنچتے ہی برا لگنے لگا۔ جس شوہر کی صداقت و دیانت پہ فخر تھا وہ زہر لگنے لگی۔ بس ذرا سا منیب کے پوچھنے کی دیر تھی۔ اور سلمیٰ کے دل میں کب سے جوالہ مکھی بنتا لاوا کسی آتش فشاں پہاڑ کی مانند پھٹ پڑا۔

''محفل میں عمران سے نہیں ملے کیا آپ۔ دیکھا نہیں کیسا سوٹڈ بوٹڈ کسی سیٹھ کی طرح گھوم رہا تھا۔ ارے کچھ شرم نہیں آئی آپ کو میٹرک پاس ہو کر اتنا کامیاب وہ، اور ایک آپ اتنا پڑھ لکھ کر بھی آخر پایا تو کیا پایا آپ نے۔'' وہ ہذیانی کیفیت میں چیخیں تھیں۔

منیب تو اپنی سیدھی سادھی، خوش گفتار، صابر بیوی کا یہ روپ دیکھ کر اچھل پڑے۔ امتحان کی تیاری کرتا صبیب کچن میں برتن دھوتی نائلہ اور نیند میں جھومتا طیب بھی سب کچھ بھلائے اپنی ماں کے اس جلالی روپ کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

''ارے بیگم...... ایسا کیا ہو گیا وہ اگر کامیاب ہے تو اپنے نصیب سے ہے اللہ جس کو جیسا چاہے نوازے۔'' منیب گھبرا کر بس اتنا ہی بول پائے کہ سلمیٰ نے آگے سے ان کی بات کاٹ دی۔

''نصیب یہ سارا کھیل ہی تو نصیب کا ہے۔ مجھ جیسی خوبصورت، خوب سیرت، سلیقہ شعار، سگھڑ، خوش گفتار کا نصیب دیکھو کہ رہنے کو یہ چھوٹا سا بوسیدہ سا گھر ملا۔ گاڑی کے نام پر جانے یہ کس صدی کا ڈبہ ملا۔ ایک ملازمہ تک نہ رکھی کولہو کے بیل کی طرح کام میں جتی رہتی ہوں۔ نت نئے زیورات کی حسرت دل میں دبائے ساری زندگی آپ کی اور آپ کے بچوں کی خدمت میں گزار دی۔ ایک کنگن تو کیا ایک چھلا تک سونے کا نہ ملا آپ کی طرف سے مجھے اور زمانے بھر کی بدمزاج، نہ صورت، نہ سیرت، نہ لہجہ نرم نہ زبان پہ مٹھاس بدسلیقہ کہکشاں کوئی ایک خوبی ہو تو میں مانوں اس کا نصیب یوں چمک رہا جیسے کوئی شہزادی بن بیٹھی ہو کسی محل کی۔ کوئی سمجھائے مجھے یہ اتنا ہن اس پر کیوں آ برسا۔ مجھ میں کیا کمی تھی مولا جو مجھے اس نعمت سے دور رکھا۔ ہائے یہ سارے تیرے ہی کھیل مولا جس کا مقدر تو جب چاہے چمکا دے۔''

سلمیٰ منیب کو باتیں سناتے اب اللہ کے حضور ناشکری کرنا شروع ہو گئیں۔ منیب ان کی باتیں سن کر پریشان ہو گئے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہاں ایسا ہوا کیا جو سلمیٰ نے یوں اچانک رولا ڈال دیا۔

''اچھی بھلی تو گئیں تھیں یہاں سے، نہ جانے کس کی نظر لگ گئی جو یوں بے حال ہو کر لوٹیں ہیں۔'' پریشانی سے ٹہلتے ہوئے سلمیٰ کے شکوے سنتے وہ گاہے بگاہے اس پر نظر ڈال کر یہی سوچ جا رہے تھے۔

اگلے کچھ دنوں میں انہیں سارے حقائق کا علم ہو گیا۔ سلمیٰ نے اس دن سے نت نئی فرمائشیں

شروع کر دیں تھیں اور اگر ان فرمائشوں کو پوری کرنے سے وہ معذوری ظاہر کرتے تو سلمیٰ ایک بار پھر اپنی قسمت کو ڈائریکٹ اور انہیں اِن ڈائریکٹ کوستے اور کہکشاں کی عیاشیوں کو یاد کرتے رونے لگ جاتیں۔ انہوں نے بیوی کا یہ روپ پہلی بار دیکھا تھا۔ بڑا ہی غیر متوقع روپ تھا۔ تب ہی ہضم نہیں ہو پا رہا تھا۔ پر اس کا کیا حل نکالیں وہ، سمجھنے سے وہ اب تک قاصر رہیں تھے۔ ان کی گھریلو زندگی سلمیٰ کے اس غیر ذمہ دارانہ رویے سے کافی متاثر بھی ہو رہی تھی۔

کچھ کچھ اپنی بیوی کی فطرت سمجھتے وہ ان کے جذبات کو سمجھ رہے تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ انہیں اوپر کی آمدنی کا موقع نہیں ملا۔ پر وہ دیانت دار انسان تھے وہ جس کرسی پر بیٹھے تھے روزانہ کئی ایسے مواقع ملتے تھے کہ جن سے فائدہ اٹھاتے تو سلمیٰ کو بھی سونے چاندی میں بھر چکے ہوتے پر ضمیر نے بے ایمانی کی راہ پر چلنا گوارہ نہ کیا۔ اور اعلیٰ عہدے پر فائز ہونے کے باوجود حق حلال کی کمائی میں اتنی گنجائش نہ تھی کہ عیاشی بھری زندگی گزارتے۔ اور پہلے کبھی سلمیٰ بھی تو ان سے ایسے نہ لڑیں تھیں۔ سلمیٰ کا ردعمل بھی فطری تھا۔ ایک زمانے بعد اپنے بچپن کی اُس سہیلی سے ملیں جسے ہمیشہ خود سے کم تر جانتی آئیں تھیں۔ سلمیٰ بنیادی طور پر ایک حسن پرست خاتون تھیں اور انہیں اپنے حسن پر غرور بھی بہت تھا۔ ایسے میں جب کہکشاں معمولی شکل وصورت کی حامل لڑکی کو عرش پر اور خود کو اس کے مقابلے میں فرش پر پایا تو برداشت نہ کر پائیں اور نصیب بنانے والے سے بھی، اور نصیب میں شامل ہونے والے سے بھی ڈھیروں شکایتیں کر بیٹھیں۔ اپنی بیگم کی فطرت اور جذبات کو سمجھتے ہوئے منیب گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے

## امید کا دیا

سال رواں کے آخری سورج کی کرنیں آنکھوں میں آنسو اور دل میں تڑپ لیے الوداع ہو رہی ہیں۔ وہ دعا کرتی ہیں کہ اے خدا اس ملک کو بربادی سے بچانا، اس دھرتی کو ویرانی سے محفوظ رکھنا۔ اس سال بھی دہشت گردوں کے ہاتھوں سیکڑوں معصوموں اور بے گناہ افراد نے اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا پائی۔ کیا گزرتی ہے ان والدین کے دلوں پر جب ان کے سامنے ان کے معصوموں کے جنازے آتے ہیں اور وہ جیتے جی مر جاتے ہیں۔ وہ کیسے جیتے ہوں گے، جن کے گھروں کے چراغ بجھ گئے اور دیکھتے دیکھتے آشیانے جل کر خاک میں مل گئے۔

یہ حقیقت ہے کہ ہر رات کے بعد صبح کا اجالا ہوتا ہے۔ ہر مایوسی کے بعد امید کا دیا جلتا ہے، ہر زخم بھر جاتا ہے، جب وقت مرہم بنتا ہے، اس لیے اے ہم وطنو! ہمت نہ ہارنا اور قدم سے قدم ملا کر چلنا کیوں کہ نئے سال کا سورج طلوع ہونے والا ہے۔ خدا کرے کہ نیا سال ہم سب کے لیے مسرت وخوشیوں سے بھرا پیغام لے کر آئے۔ ہر دن اور ہر پل دل میں نئی امنگیں اور امیدیں پیدا ہوں۔ قائد اعظمؒ نے فرمایا تھا کہ نوجوان ہمارے ملک کا سرمایہ ہیں، اس لیے نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ متحد ہو کر ایمانداری اور محنت سے اس ملک کی تعمیر وترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔

گل نسرین، اوکاڑہ

تھے کہ کریں تو اب کیا کریں۔

☆......☆......☆

جس دن کہکشاں اور عمران اس دعوت سے لوٹے تھے اس کے اگلے دن سے ہی عمران کے نئے نویلے کاروبار میں کچھ مسئلہ آ کھڑا ہوا تھا۔ عمران آئے دن کے مسئلوں سے سخت جھنجھلا رہا تھا اور اس کا غصہ اکثر کہکشاں پر ہی نکلتا۔ کہکشاں خود محفل میں عمران کے کاروبار کا بھانڈا پھوڑ کر پریشان تھی ۔اُسے شدت سے اپنی غلطیوں کا احساس ہو رہا تھا کہ کیا ضرورت کہ چند لمحوں کی خوشی کی خاطر سلمٰی کا دل جلانے کی اب اس کی جلن، حسد کہیں اس کی خوشیاں نہ کھا جائے۔ وہ یہ بات بھول بیٹھی تھی کہ بد نظر اپنی جگہ برحق ہے مگر دھوکہ دہی کا کاروبار چاہے کتنا ہی عام کیوں نہ ہو گیا ہو۔ ایک نہ ایک دن اپنے انجام کو ضرور پہنچتا ہے۔

وہ بھی ایک ایسی ہی عام سی صبح تھی جب خاندان بھر سے اس کے گھر کال آنے لگی۔ اور ان کی زبانی جو خبر اس نے سنی، سن کر اس کے پیروں تلے زمیں نکل گئی۔ عمران کی فیکٹری کو جعل سازی کے الزام میں سیل کر دیا گیا ہے اور پولیس اُسے اپنے ساتھ تھانے لے گئی تھی۔ میڈیا بار بار یہی خبر دکھائے اور سنائے جا رہا تھا۔ زمانے بھر میں ان دونوں میاں بیوی کی خوب جگ ہنسائی ہوئی تھی۔ کہکشاں کے بھائی عمران کو تھانے سے چھڑوانے گئے تھے اور وہ روتی ہوئی گھر میں بیٹھ کر سلمٰی کو کوس رہی تھی۔ جس کی جلن اور حسد نے اس کی خوشیاں کھا گئیں تھیں۔

بڑا المیہ ہے اللہ انسان کو اس کی غلطیوں پر جو سبق سکھاتا ہے کم عقل انسان کچھ سمجھ بیٹھتا ہے اور پھر روتا رہتا ہے۔ کہکشاں کا نصیب اچھا بنایا اللہ نے پر اس سے صبر نہ ہوا شکر نہ ہوا اور لگی عمران کو قائل کرنے میں مزید دولت کمائی جائے۔ یہ دولت کی ہوس تھی جس نے اُسے آج یہاں پہنچا دیا تھا۔ نظر لگنا برحق ہے تب ہی اللہ نے محتاط رہنے کا حکم دیا ہے مگر اس نے جی بھر کر سلمٰی کی کم حیثیت ہونے پر مذاق اڑایا انسان خود اپنا گڑھا کھودتا ہے اور پھر خوشی سے اس میں جا گرتا ہے اور پھر اس کا الزام دوسروں پر ڈال دیتا ہے۔ کہکشاں بھی فی الوقت اپنی بربادی کا ذمہ دار سلمٰی کو ٹھہراتی کوسے جا رہی تھی۔

☆......☆......☆

آج پھر سلمٰی اور منیب کا جھگڑا ہوا تھا۔ منیب بہت دن سے انتظار کر رہا تھا کہ سلمٰی خود سنبھل جائے گی وقتی طور پر جذباتی ہو رہی ہے کچھ دنوں بعد پہلے جیسی ہو جائے گی۔ پر سلمٰی تو جانے کیسی ضد کیے بیٹھی تھی کہ اُسے کہکشاں جیسا نہیں مگر آسائشیں ضرور چاہیے۔ کھٹارا کار کو بیچ کر نئے ماڈل کی گاڑی، گھر کی نئے سرے سے رینوویشن اور اپنے لیے سونے کے کنگن اس کی فوری ڈیمانڈ تھی۔ منیب اس وقت اس کے ایک ہی مطالبے کو پورا کرنے کی پوزیشن میں تھے اور راضی بھی تھے پر سلمٰی کسی سمجھوتے کے لیے تیار نہ تھی۔ سلمٰی کو یہ تینوں شرطیں یک بیک پوری چاہیے تھیں۔ ان کے خیال سے منیب نے اچھی خاصی رقم جمع کر رکھی تھی پر اپنی کنجوس فطرت کے باعث ان پر خرچ کرنے سے کتراتے تھے۔ اسی بات پر آج صبح ان دونوں میاں بیوی کے بیچ خوب تُو تُو میں میں ہوئی اور منیب غصے کے عالم میں بنا ناشتا کیے آفس کو روانہ ہوئے۔ ان کے جانے کے بعد سلمٰی ٹی وی لگا کر بیٹھ گئیں۔ تینوں بچے اسکول کے لیے جا چکے تھے تو سکون ہی سکون تھا۔ چینل سرفنگ کے دوران ان کی نگاہیں اچانک ایک منظر پہ ٹھہر گئیں ٹی وی پر جو منظر دکھایا جا رہا تھا۔ اس میں پولیس

عمران کو اپنی کسٹڈی میں لیے تھانے لے کر جا رہی تھی وہ گم صم سی بیٹھی رہ گئی۔

کتنا واویلا کر رکھا تھا اس نے عمران اور کہکشاں کی عیاشیوں پر۔ اور اب انہیں اس حالت میں دیکھ کر وہ نادم ہوتی جا رہی تھی۔ اسے لگنے لگا اس کی ضد، اس کی حسد، اس کے گلے شکوے کہکشاں کی خوشیوں کو کھا گئے۔ وہ ابھی شرمندہ شرمندہ سی سوچ ہی رہی تھی کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ریسیور کان سے لگایا تو جو خبر اسے سننے کو ملی اس نے سلمیٰ کے حواس ہی مختل کر دیے۔ منیب کا آفس جاتے ہوئے ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ اور وہ اس وقت اسپتال میں تھا۔ سلمیٰ کو شدت سے اپنی غلطیوں کا احساس ہونے لگا وہ وہیں بیٹھ کر رونے لگی۔ پر بیٹھ کر رونے کا کیا فائدہ، یہ بات اسے جلد سمجھ میں آ گئی۔ اس نے فون کر کے بھائی کو گھر سے بلایا اور اس کے ساتھ اسپتال پہنچ گئی۔

صد شکر ایکسیڈنٹ شدید نوعیت کا نہیں تھا۔ ہلکی پھلکی چوٹیں آئیں تھیں منیب کو۔ جن کی مرہم پٹی کر کے شام تک اسے ڈسچارج کر دیا گیا۔ سلمیٰ نادم سی منیب کا ہاتھ تھامے اپنے پچھلے رویے کی ان سے معافی یا نگ رہی تھی۔ شرمندگی اس کے چہرے پر عیاں تھی۔ آج صبح سے ہونے والے دونوں واقعات نے اُسے دہلا کر رکھ دیا تھا۔ منیب نے سلمیٰ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے نرمی سے کہنا شروع کیا۔

''سلمیٰ یہ کہاں کی عقلمندی تھی کہ کسی دوسرے کو عیش و عشرت میں دیکھ کر بندہ اپنا ماتھا بھی پھوڑے اور دوسروں کی خوشیوں پر بھی نظر لگا ڈالے۔ تم نے اللہ کی ذات سے مایوس ہونا کب سے شروع کر دیا۔

اللہ تو بادشاہ ہے سخی بادشاہ۔ وہ تو کہتا ہے جو مانگنا ہے مجھ سے مانگو، میں دوں گا تمہیں، مجھ پر یقین رکھو۔ پھر تم نے کیوں ناشکری کی۔ تمہیں کس نعمت سے اللہ نے نہیں نوازا۔ محبت کرنے والا شوہر، اولاد، اپنا گھر، گاڑی، عزت و مقام دیا۔ اور تم نے بدلے میں کتنی ناشکری دکھائی۔ دوسرے کے نصیبوں کو کوسا کیا کوئی کسی کو خوش دیکھ کر یوں حسد میں مبتلا ہوتا ہے تمہیں کچھ پانے کی چاہ ہے تو اللہ سے مانگ لو۔ پر کسی دوسرے کے لیے شر نہ مانگو۔ جانتی ہو سلمیٰ تمہارے پچھلے رویے نے مجھے کتنی تکلیف میں مبتلا کر رکھا۔ کہکشاں سے ہوئی ایک ملاقات تمہیں یوں بدل ڈالے گی میں نے کبھی سوچا نہ تھا۔

عمران کا یوں پکڑا جانا اور خاندان بھر میں جگ ہنسائی ہونا سلمیٰ کو شدید شرمندگی کا احساس دلا رہا تھا۔

''وہ برائی کی جانب گامزن تھے ان کا انجام تو یہی ہونا تھا۔'' وہ ہارے ہوئے لہجے میں بولیں تو منیب نے مسکرا کر کہا۔ ''سب جانتی ہو پھر بھی تم مجھے اس بربادی کی راہ پر چلانے پہ تلی ہوئی تھی تم۔'' منیب کی بات پر سلمیٰ روہانسی ہو گئی۔ حسد واقعی اس کی سمجھ بوجھ کو کھا گیا تھا۔ جو وہ اپنے ہی آشیاں کو آگ لگانے چلی تھی۔

''سلمیٰ اللہ کی ذات سے کبھی نا اُمید نہ ہونا۔ سیدھی راہ چلنے والوں کا سر کبھی نیچا ہوتا ہے نہ عزت پر کوئی آنچ آتی ہے۔ دولت حق حلال سے بھی کمائی جا سکتی ہے۔ بس اللہ کا شکر ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ پریشان کیوں ہوتی ہو ہمارے بچے ہمارا سرمایہ ہیں یہ ہمیں سایہ بھی دیں گے اور پھل بھی۔'' منیب کی بات پر وہ مسکراتے ہوئے سر ہلانے لگ گئیں۔ وہ اللہ کی حکمت جان گئیں تھیں۔ بعض ٹھوکریں وہ نصیب میں اس لیے رکھتا ہے تا کہ انسان بھٹکنے سے بچ جائے۔

☆☆......☆☆